عشق مسافت

ڈاکٹر شہناز مزمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق مسافت

ڈاکٹر شہناز مزمل

ناشر

ادب سرائے پبلی کیشنز

125 ایف ماڈل ٹاؤن لاہور

0300-4275692

042-35947842

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

کتاب۔ عشق مسافت

مصنفہ۔ ڈاکٹر شہناز مزمل

کمپوزنگ۔ نوید بھٹی

سرورق۔ میاں وقار الاسلام

اشاعت۔ جنوری 2017

ناشر

ادب سرائے پبلی کیشنز

125 ایف ماڈل ٹاؤن لاہور

0300-4275692

042-35947842

انتساب!

عشق سمندر میں اُترنے والوں کے نام

عشق مسافت

عشق سمندر میں چھلانگ لگانے کے بعد مسافت طویل ہوتی گئی۔ ابھرتی ڈوبتی رہی مگر ساحل کی تمنا نہیں کی کیونکہ عشقِ مسلسل سے گذر رہی تھی اور یہ عشقِ مسلسل عشقِ کُل کو تلاش کر رہا تھا۔ اس مسافت کے دوران سیپ سے موتی چنے تھے ان اُن کو جمع کرنے کا موقع ملا اس دوران عشقِ کل تک پہنچنے کیلئے بہت سے جوار بھاٹے دیکھے۔ لیکن عشق سمندر کی موجوں نے سنبھالے رکھا اور یقین کو کامل کیا اور کوئی ہے جو بنا پتوار بھی ناؤ پار لگا دیتا ہے۔ ساحل نظر آتے رہے مگر انہیں منزل نہیں بنایا اور الحمدللہ یقین کامل کی منزل مل گئی۔ اور ہچکولے کھاتی ناؤ کو لے کر تھوڑی دیر ستانے کو ساحل پہ رُک گئی۔ اطمینان قلب حاصل ہونے کے بعد دوران سفر درپیش اکٹھے کئے گئے موتی جو عشق مسلسل کی راہیں ہموار کر رہے تھے اُن کو گوہر شناسوں کو تھما دیا جائے اور عشق مسلسل کی داستان بھی آپ کو سنائی جا سکے۔ الحمدللہ عشق مسافت کے ساتھ ساتھ عشق مسلسل نے بھی ایک مشکل اختیار کر لی ہے۔ اب آپ بتائیں گے کہ کتنے آبدار موتی میں چُن سکی ہوں۔

عشق سمندر بھی سامنے ہے اور اس میں موجود سیپیاں مزید موتیاں بنا رہی ہیں انشاء اللہ۔ عشق کل کے ساتھ عشق سمندر میں اتر کر مزید موتی چنوں گی۔ لیکن اس سے پہلے یہ جاننا چاہوں گی کہ گوہر شناسوں کو اس میں کتنے سچے اور سُچے موتی ملے۔ اور کتنے کنگر پتھر۔ میں انتہائی شکر گذار ہوں

منفعت عباس رضوی کی کہ انہوں نے مسلسل ایک گھنٹے بیٹھ کر میرا کلام سنا اور آبدار موتی چُننے میں میری مدد کی۔ اب دیکھیں گوہر شناسوں کو یہاں کیا ملتا ہے۔

طالب دعا

محبتوں کے ساتھ

ڈاکٹر شہناز مزمل

چیئر پرسن، ادب سرائے انٹرنیشل

مادر دبستان لاہور

125 ایف، ماڈل ٹاؤن لاہور

0300-4275692

عشق کی شمع فروزاں

ڈاکٹر شہناز مزمل ایک ایسی ہستی کا نام ہے۔ جب بھی مجھے اِن کا خیال آتا ہے تو اِن کے خیال کے ساتھ ہی مجھے اپنے قلب وجان میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صرف ایک شاعرہ اور مصنفہ کا نام نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر صاحبہ کی عشق مصطفےٰ ﷺ کی کیفیات اور اللہ پاک کے ساتھ اُن کا تعلق کا انداز عہد حاضر کے لوگوں کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے کہ میری طرف سے محترمہ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ کی اِس کتاب کے حوالے سے کچھ لکھنا ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دیکھانا۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ نے جس طرح خالق کی محبت میں ڈوب کر لکھا ہے اور جس راستے کی وہ مسافر ہیں یقینی طور پر راہ حق کے مسافروں کے لیے اُنھوں نے جس طرح رہنمائی کی ہے وہ یقینی طور پر ایک کامل ولی ہی کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ کی اپنے اردگرد کے لوگوں پر اتنی نوازشات ہیں کہ وہ سب کے لیے ایک ایسا شجر سایہ دار ہیں جس سے ہر کوئی فیض لیتا ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ کا لکھا ہوا ایک ایک لفظ راہ عشق حقیقی کا آئینہ دار ہے۔ اللہ پاک نے ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ پر اپنے بے پناہ کرم سے نوازا ہے کہ اُن کی شاعر اور نثر دونوں میں انسانیت سے محبت اور فلاح کا راستہ دیکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحب جن راستوں کی راہی ہیں وہ اخلاص محبت اور وفا سے سجا ہوا ہے۔۔ ڈاکٹر صاحبہ کے ساتھ بندہ ناچیز کے تعلق کی بنیاد یہ بھی

ہے کہ مجھے اُنھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کا اعزاز بخشا ہے۔ اور میرے بیٹے حذیفہ کی وہ پھوپھو ہیں۔ اللہ پاک ڈاکٹر صاحبہ کا سایہ ہمارے سر پہ تا قیامت قائم رکھے۔

صاحبزادہ محمد اشرف عاصمی۔ ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

○

کون کرتا رہا تلاوت ہے
دی فضاؤں نے اک بشارت ہے

دھیرے دھیرے برس رہی پھوار
اتری پھر آسماں سے آیت ہے

آ رہی ہیں اذاں کی آوازیں
کر لو سجدہ اگر بصارت ہے

نکلیں شبنم سے باوضو ہو کر
گل و لالہ کی یہ روایت ہے

کیسے پی کو پکارتا پی ہو
دیکھی ایسی کہاں حلاوت ہے

اِس کو اپنا کبھی نہ سمجھو تم
زندگی موت کی امانت ہے

گر یقیں ہے تمہارا کامل تو
عشق کرنا بھی اک عبادت ہے

○

بہت شعلہ بیانی ہو رہی ہے
ہر اک سو نعت خوانی ہو رہی ہے

موذن اب ہوائیں ہو گئی ہیں
فضا کتنی نورانی ہو رہی ہے

نہیں حاصل ہے کچھ لا حاصلی کا
ہر اک شے نقشِ فانی ہو رہی ہے

یقیں نے چھو لیا ہے آسماں کو
گماں سے بدگمانی ہو رہی ہے

چھپا لیں گے وہ مَلی میں مجھے بھی
طلب یہ جادوانی ہو رہی ہے

ہے دنیا نقش پا پیرِ مغاںؒ کا
ہر اِک سُو کُن فکانی ہو رہی ہے

شہنشائے دو عالم میرے آقاؐ
جھکا ہے سر غلامی ہو رہی ہے

تقدس کا نشہ چھانے لگا ہے
عقیدت ضوفشانی ہو رہی ہے

○

گر لمحے کچھ شدید دیتا ہے
رحمتوں کی نوید دیتا ہے

وہ فقط لا اِلہ اِلا للہ
ذرہ ذرہ وعید دیتا ہے

کوئی پل بھی اذاں سے خالی نہیں
اس فضا میں شنید دیتا ہے

دنیا مانگو تو وہ تمھارے لیے
ساری چیزیں خرید دیتا ہے

اور طلب نور کی جو کرتا ہے
اپنے پیارےؐ کی دید دیتا ہے

○

نوائے عشق کا اترا ابھی خمار نہیں
ابھی تلک مجھے اپنے پہ اختیار نہیں

ہوا ہے یہ بھی کہ صحرا میں پھول کھلتے ہیں
سفر نصیب کے حصے میں کیوں بہار نہیں

طلسمِ جان کے سب راز کھول دوں کیسے
نہیں نہیں مجھے خود پر بھی اعتبار نہیں

شبِ سیہ چھپاتی ہے میرے داغوں کو
اسے یہ کہہ دو کہ گیسو ابھی سنوار نہیں

مسافتوں کی تھکن سے یہ جسم و جان ہے چور
سفر طویل ہے رستے میں راہ گزار نہیں

کبھی تو تشنگی کم ہو ہی جائے گی لیکن
زمانہ بیت گیا اترے دریا پار نہیں

کسی کو اپنی طلب کب تھی جو وہاں رکتے
پلٹ کے ہم کو زمانے تو اب پکار نہیں

سفر کو اوڑھ کر نکلے تھے تیری چاہت میں
جہاں پہ ملتی ہے چاہت یہ وہ دیار نہیں

تلاشتی ہوئی منزل مجھے چلی آئی
ہزار شکر کسی کی میں زیر بار نہیں

○

منصبِ رقص سنبھالو کہ تمہیں جچتا ہے
ہم کو تو لذتِ وحشت میں سکوں ملتا ہے

ڈھونڈنے خود کو جو نکلو گے تو کھو جاؤ گے
خود فراموشی کی حالت میں جنوں کُھلتا ہے

تاپ سکتے ہو الاؤ کسی دیوانے کا
جس کے سینے میں محبت کا دیا جلتا ہے

پھرتے دیکھو جو کبھی چاک گریباں لاشے
جان لو مجنوں یہاں عشق لئے پھرتا ہے

تھک کے گر بیٹھ گئے راستے تارے سورج
پھر کسی کو کہاں منزل کا نشاں ملتا ہے

○

ہجر کی رات ہے اسکو شبِ ماتم نہ بنا
وصل لمحوں کو سجا زمزمۂ غم نہ بنا

کرچیاں ٹوٹ کے بکھری ہیں ترے چاروں طرف
ریزۂ دل کو اٹھا زخم کا مرہم نہ بنا

گر بچھڑنا ہے تو اک فیصلہ کر لیتے ہیں
اس کو تقدیر سمجھ درد کا موسم نہ بنا

سارے سپنے بہا لے جائیں گے آنسو تیرے
نیم خواب آنکھوں کو تو دیدۂ پُر نم نہ بنا

اے مصور ترے ان ہاتھوں میں لرزش کیوں ہے
رنگ تصویر میں بھر لے اسے مدھم نہ بنا

ہر مسافر میں تعلق ہو ضروری تو نہیں
ان کا دکھ درد سمجھ پیار کا سنگم نہ بنا

اب تو یادوں کے سوا کچھ نہیں شہناز کے پاس
اپنی آواز دبا اک نیا سرگم نہ بنا

○

میں کھو گئی ہوں مگر اب گمان بولے گا
مکیں بغیر یہ خالی مکان بولے گا

زمانے بھر کی سمیٹی ہے تیرگی شب نے
ملے گی جب بھی زباں آسمان بولے گا

ہوں سنگِ میل غلط بھی تو مت ہو آزردہ
نشاں دکھانے کو خود ساربان بولے گا

یہ خامشی تو مری ذات کا حوالہ
میں گم ہوں عشق میں میرا دھیان بولے گا

اگرچہ میرا جنوں مجھ کو بے خبر کر دے
زمیں بولے گی اور یہ زمان بولے گا

جو میری روح میرے جسم جاں میں بستا ہے
وہ آج تیرے مرے درمیان بولے گا

○

حیرتیں حیرتیں حیرتیں حیرتیں
ہر نظر کے تعاقب میں تھیں خواہشیں

لوگ ملتے رہے پیار بڑھتا گیا
جب بہت جھک گئے بڑھ گئیں رنجشیں

اپنے اطراف لوگوں کا سیلِ رواں
دوست پیچھے ہٹے جب ملیں شہرتیں

ایک لمحہ وہ آیا کہ تنہا تھے ہم
اس محبت کے بدلے ملیں نفرتیں

یاں کسی کے بھی شانوں پہ چہرا نہ تھا
سامنے آئیں اپنوں کی کیا صورتیں

ہاتھ تھاما اٹھایا سنبھالا دیا
سب میں تقسیم کرتے رہے چاہتیں

○

آئینے میں چہرہ دیکھا جانے کس کا چہرہ ہے
رنگ نہیں ہے روپ نہیں ہے صورت گر بھی کیسا ہے

دیکھ کے اس کی اجڑی صورت اکثر میں ڈر جاتی ہوں
ہجر کی چادر اوڑھ کے بیٹھا شاید میرا سایہ ہے

اوپر سے ہنستی رہتی ہوں لگتا بے حد خوش ہوں میں
اندر اندر ٹوٹ رہی ہوں درد یہ کیسا پایا ہے

تنہائی سناٹا یادیں جب آنسو بن جاتے ہیں
اتر کر اپنے اندر رانجھن تجھ کو میں نے ڈھونڈا ہے

عشق سمندر ڈوب کے مٹی کتنی ہے زرخیز ہوئی
پھول اور پھل پھوٹے ہیں اس میں بیج یہ کیسا بویا ہے

○

یہ بتاؤ گمان میں ہے کیا
تیر ٹوٹی کمان میں ہے کیا

سب شکاری ہیں گھات میں بیٹھے
ڈھونڈتے ہیں مچان میں ہے کیا

اتنے گم صم سے ہو گئے ہو کیوں
کوئی اُترا دھیان میں ہے کیا

چاک خالی ہے کوزہ گر خاموش
کچھ کمی خاکدان میں ہے کیا

پا لیا جب سراغِ ہست و بود
پھر چھپا لامکان میں ہے کیا

قافلہ دربدر ہوا شہنازؔ
آزمائش میں ساربان ہے کیا

○

کس نے دیکھا اُسے جیا نہ جیا
پیار خود سے کبھی کیا نہ کیا

تیرگی بس نصیب میں لکھ دی
ظُلمتوں میں دیا دیا نہ دیا

خود رفو گر بھی زخم خوردہ ہے
چاک دل کا کبھی سیا نہ سیا

تلخیوں نے کیا مزاج بھی تلخ
گھونٹ کڑوا کبھی پیا نہ پیا

بے نیازی عجب تھی عادت میں
کب یہ سوچا کہ کچھ لیا نہ لیا

○

اپنا بن کر مجھے ملا تھا کیوں
تو مرا ہے مجھے کہا تھا کیوں

راستے میں اگر بچھڑنا تھا
تو مرا ہم سفر بنا تھا کیوں

بخشنے کو یہ قیدِ تنہائی
مجھ کو تقدیر نے چنا تھا کیوں

تیری میری جدا تھی منزل تو
تو مرے ساتھ بھی چلا تھا کیوں

جب نہیں دینا تھا جواب کوئی
شاہ کی نازؔ کو چنا تھا کیوں

○

چاک پہ رکھے ہیں تصویر بنا دی جائے
ورنہ اس جگہ سے یہ مٹی ہٹا دی جائے

تم نے کیا سوچ کہ رکھا ہے یہاں کوزہ گرو
گر نہیں ڈھالنا تو وجہ بتا دی جائے

رنگ و خوشبو تو ازل سے مری کمزوری ہیں
سبز موسم سے مری دنیا سجا دی جائے

ہو گیا کوچۂ تہمت میں تو جینا مشکل
جرم کی اب تو سزا ہم کو سنا دی جائے

آئینہ خانے میں حیراں سے سب بیٹھے ہیں
ان زمین زادوں کی حیرت ہی مٹا دی جائے

فیصلہ پار اُترنے کا کیا ہے شہنازؔ
اب ذرا آخری کشتی بھی جلا دی جائے

○

ہمرہی کا ہنر نہیں آیا
لوٹ کر ہمسفر نہیں آیا

اپنے اندر کی بھیڑ میں گم تھی
کچھ بھی باہر نظر نہیں آیا

پابجولاں چلی تھی ننگے سر
رہگذر میں شجر نہیں آیا

نکلی باہر تو تھک کے ٹوٹ گئی
کوئی رستے میں گھر نہیں آیا

پہنی عاشق نے عشق کی زنجیر
مانگنے بال و پر نہیں آیا

کیسا نشّہ ہے کیف و مستی ہے
وہ تو اندر اتر نہیں آیا

خستہ دیوار و در تنے جالے
کوئی بھی گیا ادھر نہیں آیا

○

مدت ہوئی بہار دکھائی نہیں دیتی
حیرت ہے یہ خزاں بھی دہائی نہیں دیتی

سونی پڑی ہے کب سے مرے دل کی یہ محراب
اس میں اذانِ پیار سنائی نہیں دیتی

کیسے دیارِ ہجر میں گزریں گے شب و روز
سب ہیں خموش ساتھ خدائی نہیں دیتی

ہم عشق کے سفر پر نکل آئے تو منزل
پیچھے دھکیلتی ہے رسائی نہیں دیتی

پھیلا ہوا ہے چار سو ہجر و فراق اب
جینے دلِ ناداں کو جدائی نہیں دیتی

مدت ہوئی اطراف میں جگنو ہے نہ خوشبو
رنگ کھو گئے تتلی بھی دکھائی نہیں دیتی

اک آگ سی بھڑکتی ہے اس خیمہء جاں میں
منہ زور ہوا اس کو بجھا کیوں نہیں دیتی

گر تیری نظر میں ہے محبت کی بلندی
تو پیار سے دشمن کو دعا کیوں نہیں دیتی

ہے زعم بہت عقل پہ ان دیدہ وروں کو
ان کو تو بابِ عشق پڑھا کیوں نہیں دیتی

بدلہ ہوا ہے زاویہ کچھ تیری نظر کا
محور کے دائرے کو بڑھا کیوں نہیں دیتی

○

شبابِ زیست پلٹایا گیا ہے
سفر ماضی کا دہرایا گیا ہے

وہی گل پوش مہکے راستے ہیں
دوبارہ جس جگہ لایا گیا ہے

نسیم اور نادرہ ہیں ساتھ میرے
کنول سے بھی تو ملوایا گیا ہے

تمہیں بھولے نہیں ہیں بشریٰ جانی
سندیسہ کل کا بھجوایا گیا ہے

ہوئیں گم مستیوں میں ساری سکھیاں
الگ کب تھے یہ سمجھایا گیا ہے

محبت دوستی اور قربتوں کا
نیا اک روپ دکھلایا گیا ہے

ہیں کتنے قیمتی چاہت کے رشتے
ہمیں احساس دلوایا گیا ہے

○

فراق میں ترے پھرتی ہوں در بدر اب بھی
لمحات ہجر کے ہوتے نہیں بسر اب بھی

کبھی گھڑی دو گھڑی کے لئے دلاسہ دے
تو میرے پاس سے ہو کر کبھی گزر اب بھی

سماعتوں پہ مری دستکیں یہ کیسی ہیں
مجھے یقین ہے تُو ہے ادھر اُدھر اب بھی

یہ جانتی ہوں تری واپسی ہے ناممکن
نجانے کیوں تری رہتی ہوں منتظر اب بھی

مرا گمان ہے دھوکہ ہے سوچ ہے میری
فضا میں تیری ہی خوشبو ہے رات بھر اب بھی

زمین زادے کہاں کھو گیا ہے تو جا کر
کوئی ہے منتظر تیرا پلٹ ادھر اب بھی

عجیب کرب ہے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے
کب ایک پل کو ہوا درد مختصر اب بھی

○

خوشبو کی ردا لے کر جب باد سحر جائے
یہ شہرِ سخن گُل کی مہکار سے بھر جائے

اپنا جو بناتے ہیں کچھ شرط نہیں رکھتے
تدبیر کرو ایسی تقدیر سنور جائے

جذبات کے طوفاں نے سب شمعیں بجھا ڈالیں
اس شب کے مسافر سے کہہ دو کہ ٹھہر جائے

عاشق کی دیوانے کی بس ایک کہانی ہے
" جو خندہ بہ لب آئے اور خاک بسر جائے "

کب چاہوں میں گزرنا اس شہرِ تمنا سے
جس کوچہء جاناں کو ہر رہ گذر جائے

○

تو مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹاتا
ہیں دست دعا اٹھے کا سہ میرا بھر جائے

حالت یہ بنا لی ہے اپنے سے گزیراں ہوں
آئینہ اگر دیکھوں دل خوف سے ڈر جائے

فیض احمد فیض کا مصرعہ، طرح

○

سمجھ آئے بتاؤ اب کہاں سے
نکل آئے ہیں ہم ہر اک گماں سے

ہے کج بحثی میں الجھے سارے راہبر
بدل دیتے ہیں منظر وہ بیاں سے

خدایا فضل اپنا کر ہی دینا
نکلتا ہے یہی سب کی زباں سے

ہے منفی اور مثبت سامنے تو
نکالو راستہ اک درمیاں سے

زمیں والو طریقہ اپنا بدلو
صدا آتی ہے اب یہ آسماں سے

○

اب تو گردش سے نکل آیا ستارا اپنا
آؤ مل بیٹھ بناتے ہیں کنارا اپنا

کوئی بھی سود و زیاں کے نہیں پیکر اب تو
نفع بھی اپنا نہیں نہ ہے خسارا اپنا

کتنے خوش فہم ہیں امید بندھی رکھتے ہے
کہ کبھی ہو گا جہاں سارے کا سارا اپنا

پیاس تو پیاس ہے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے
تشنہ کامی میں کہاں ہو گا گزارا اپنا

ایک منظر نہیں بنتا تو کوئی بات نہیں
ہم بنا سکتے ہیں خوش رنگ نظارا اپنا

کوئی کب تک تمہیں پیچھے کی طرف کھینچے گا
وقت کو تھام لو تو وقت کا دھارا اپنا

ساتھ رہنے سے تو ساتھی کو سمجھ جاتے ہیں
تم بھی سمجھو نا مری جان اشارا اپنا

○

زندگی کیا تھی اک خسارا تھا
ہر طرف دھوپ کا کنارا تھا

ناؤ ساحل کی سمت لے جا کر
بیچ گرداب میں اتارا تھا

ہم بھلا کیسے کرتے آہ و بکا
کب سنبھلنے کا ہم میں یارا تھا

سینہ چھلنی تھا جاں لبوں پر تھی
بڑھ کے طوفان نے پکارا تھا

اس کا شکوہ کسی سے کیا کرتے
اپنے ہی دوستوں نے مارا تھا

وار اس تند خو کا کیا کہتے
کٹتے لفظوں کا تیز دھارا تھا

○

کوئی خلش کوئی رنجش نہ پال رکھنا تم
میں لوٹ آؤں گی قائم جمال رکھنا تم

نظر میں ہے تیری آئینہ سی نگاہیں بھی
بس اپنے پاس ہی اپنا سوال رکھنا تم

بہار تتلیاں کرنیں سمیٹ لائی ہوں
مرے خلوص کی خوشبو سنبھال رکھنا تم

میں چھوڑ آئی ہوں اک شوق عشق اور مستی
گر ہو سکے مرا حصہ نکال رکھنا تم

ہوں آس پاس تمہارے نظر نہیں آتی
مری تلاش میں شامل کمال رکھنا تم

ہوا میں قصے فضاء میں ہیں تیری تصویریں
یہ عکسِ ذات ہے جاناں اجال رکھنا تم

میں شاہ نازؔ ہوں سلطان کی یہ یاد رہے
ہمارا مان ہو اتنا خیال رکھنا تم

○

برف میں ڈوبا ہوا ایک انا کا موسم
سرد یخ بستہ فضاء دھند پگھلتی شبنم

دور تک پھیلے ہوئے درد کے صحرا کی تپش
گرم اور سرد کیا کیا خوب بنا ہے سنگم

کتنا ویران ہے بے مرگ سا دل کا آنگن
ڈستی تنہائی ہے کوئی بھی نہیں ہے ہمدم

ایک مدت ہوئی گل ہو گئے چاہت کے چراغ
دل جلا ڈالا مگر روشنی مدہم مدہم

دھندلا رکھتا مری بینائی کو اک ابر رواں
دل ہے شہناز کا دنیا سے گریزاں برہم

○

اک تیرگی سی دل میں اترتی رہی ہے آج
تو صبح کو بھی شام سمجھتی رہی ہے آج

سارے چراغ آنکھوں کے اس نے بجھائے ہیں
یہ چشمِ تر بھی کیسے برستی رہی ہے آج

اب انتظار اس کا کروں کس امید پر
یہ شمعِ زندگی تو پگھلتی رہی ہے آج

مرجھائے ہوئے سب گل و لالہ کو دیکھ کر
شبنم بھی قطرہ قطرہ ٹپکتی رہی ہے آج

ہے رات اماوس کی جو ہی کی ہے خوشبو
جو زندگی کے رخ کو بدلتی رہی ہے آج

○

چھایا گھور اندھیرا بیرن شام ہوئی
جان ہماری یوں وقفِ آلام ہوئی

دل میں چھپا کر رکھتی تھی بس اس کا نام
لب بند کر کے پگلی تو بدنام ہوئی

تنہا چھوڑ کے مت چل دینا جوگی جی
دنیا کہے گی جوگنیا ناکام ہوئی

میری ہر اک سانس میں ہے اس کی خوشبو
دل کی ہر ہر دھڑکن اس کے نام ہوئی

ڈھونڈ نہ لے کوئی تجھ کو میرے اندر
تیری خاطر ہی تو میں گمنام ہوئی

ہر لمحے میں تیرے در کی بھکارن ہوں
تیری بدولت دنیا یہ انعام ہوئی

○

میرے جانے پہ تجھے ہوئی تھی کتنی وحشت
اب بتا کیسا لگا میں نے جو مانگی رخصت

جو نہ عاشق نہ ہے مجذوب نہ دیوانہ ہے
جان سکتا ہے بھلا عشق کی کیسے شدت

تو ہے دنیا کا مکیں اور خرد کا ہے غلام
تجھ پہ کھل سکتی نہیں مجنوں کے دل کی حالت

ذوقِ گریہ کا قرینہ بھی نہ سیکھا تو نے
کون محبوب ترا تجھ کو ہے کس کی چاہت

اس کا انجام ہے لاحاصلی یاد رہے
جس نے محسوس کبھی کی نہیں رب کی قربت

بام و در بجنے لگے گونج اٹھا سناٹا
کس نے پائی ہے بھلا درد میں ایسی لذت

جب اٹھا پردہ تو پھر جرأتِ رندانہ گئی
سر نگوں ہو گئی زنجیر بنی تھی حرمت

○

آنکھ کی جھیل میں پانی کب ہے
چڑھتے دریا میں روانی کب ہے

سب حقیقت ہے جو نظر میں ہے
میرا کردار کہانی کب ہے

ظلمتیں چاروں طرف پھیل گئیں
شمع امید جلانی کب ہے

میں بھلا کیسے بھول جاؤں اسے
ہجر کھونے کی نشانی کب ہے

رنگ سب چاک پر سجائے ہیں
کوئی تصویر بنانی کب ہے

ناؤ ڈالی بھنور میں طوفاں میں
بات اس نے کوئی مانی کب ہے

وہ میری جان و دل کا حصہ ہے
کی بھلا نقل مکانی کب ہے

بیٹھ کر دیکھتے ہو ساحل سے
ڈوبتی ناؤ بچانی کب ہے

وقت کے ساتھ ساتھ چلتے رہے
دشمنی ہو کہ مراسم کبھی ٹھانی کب ہے

سانچ کو آنچ نہیں ہے شہنازؔ
گرتی دیوار اٹھانی کب ہے

○

اس عشق نے مجھ کو تو کر ڈالا ہے دیوانہ
تو ہی میرا محور ہے جب سے تجھے پہچانا

میں موم کی طرح ہوں محسوس کر کے دیکھو
پتھر سمجھ رہا ہے کیوں مجھ کو یہ زمانہ

ڈالا ہوا چہرے پر کیسا ہے نقاب اس نے
کیا خوب ہے ظالم کا انداز مسیحانہ

کیا ہو گا کیسے ہو گا یہ بھید نہیں کھلتا
واضح نہیں کر پاتی کچھ سرخیء افسانہء

کیا جان کر بتاؤ بدلی ہے تم نے بازی
بھر جانے دو پیمانے پھر ظرف آزمانہ

○

بنا سوچے بنا سمجھے محبت کون کرتا ہے
سراسر اک خسارے کی تجارت کون کرتا ہے

کسی سے ہار کر جیتے کسی سے جیت کے ہارے
بلاوجہ خود اپنے سے بغاوت کون کرتا ہے

نہ جانے خود سے بھی بڑھ کر تمہیں کیوں ہم نے چاہا ہے
بھلا اپنی ہی چاہت میں خیانت کون کرتا ہے

کسی کمزور لمحے میں تمہیں ہم نے پکارا ہے
کبھی دیرینہ قصے کو روایت کون کرتا ہے

یہ اک قرضِ انا قرضِ وفا کا بوجھ ہے شاید
وگرنہ اپنے لوگوں سے وضاحت کون کرتا ہے

مسافت بڑھتی جائے تو قدم کو بیڑیاں کر لو
پہنچنے کی یوں منزل تک جسارت کون کرتا ہے

لگا کر دل کو داؤ پر یہ بازی جان کی ہاری
بنا چاہت بتاؤ ایسی جرأت کون کرتا ہے

○

سویرا میرے گھر آیا نہیں ہے
پس دیوار بھی سایہ نہیں ہے

محبت امتحاں ہے عاشقی کا
کیا اس نے کوئی وعدہ نہیں ہے

پلٹ آنے کا اب کیا فائدہ ہے
کوئی اب دیکھنے والا نہیں ہے

تمہاری سوچ کیوں اب تک نہ بدلی
تمہیں آئینہ دکھلایا نہیں ہے

کسی کو کب ضرورت ہے تمھاری
رویوں نے یہ سمجھایا نہیں ہے

در و دیوار پہ کائی جمی ہے
بسانے گھر کوئی آیا نہیں ہے

چلو اب چھوڑ دو زنجیر در کی
تمہیں اپنوں نے بلوایا نہیں

سبق اک بار ہی اس نے دیا ہے
عہد کوئی بھی دہرایا نہیں ہے

مکیں دل میں نہ جانے کون ہے اب
بہت مدت سے گھبرایا نہیں ہے

کھڑے ہیں کب سے ہم بھی دست بستہ
کسی نے تم سے مِلوایا نہیں ہے

○

گذر کے جان سے ہر بار بے خطر سے ہیں
یہ منزلوں کے تسلسل کسی سفر سے ہیں

کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر بھی ہم
خود اپنے گھر میں پڑی ایک رہ گزر سے ہیں

چراغ آنکھیں ہیں حیرت ہے اور ہم چپ ہیں
خموش آئینہ خانے کے اس ہنر سے ہیں

کسے خبر ہے کہاں لے چلی ہے پراوئی
بدن دریدہ ہیں ٹوٹے ہوئے شجر سے ہیں

بہت ہے ذوقِ سفر منزلوں کا شوق نہیں
تلاشِ جشنِ بہاراں میں نکلے گھر سے ہیں

○

منزلوں کو مرے رستے سے ہٹا دیتے ہو
راستوں کو مری تقدیر بنا دیتے ہو

آس کا دیپ جلاتے ہو بجھا دیتے ہو
وقتِ رخصت ہمیں جینے کی دعا دیتے ہو

زعم ہی ختم نہیں ہوتا ہے لمحے بھر کو
میرے اللہ مجھے کیسے خدا دیتے ہو

خود پلٹ کر نہیں آتے ہو کبھی اور مجھ کو
مرنے دیتے نہیں جینے کی سزا دیتے ہو

ڈھونڈ لے نہ کہیں رستہ کوئی بھولا بھٹکا
صبح سے پہلے چراغوں کو بجھا دیتے ہو

پابجولاں میں پھری آبلہ پا دہر میں یوں
جلتے دیپک مری پلکوں پہ سجا دیتے ہو

○

سامنے بس عشق کی چکی ہے اب
پیستی ہے کس طرح دیکھی ہے اب

لاکھ سمجھائیں سمجھ نہ پاؤ گے
بات تم سے آج یہ سیکھی ہے اب

ہم زمانے سے یوں ہی اُلجھے رہے
عشق پیچاں پیچ میں اُلجھی ہے اب

زرد رو سب پھول تازہ ہو گئے
شاخِ گل تو عشق تک پہنچی ہے اب

تھے نشے میں چاند تارے آسماں
اس نشے میں زندگی ڈوبی ہے اب

ٹوٹ جاتی ہے شب کی خاموشی
سانس لینے سے ایک ہلکی سی

○

خوف سناٹا ایک سرد لہر
حد ہے کب بے کلی کی بھی

آج خواہش کا ہے عجب انداز
رنگ لانے لگی ہے دل کی لگی

کب تمنا یا آرزو ہے کوئی
لب ہیں خاموش آنکھ میں ہے نمی

اک تھکن راستے میں رکھ دی ہے
کر مسافت میں آج تھوڑی کمی

گُل ہوئے آرزو کے سارے چراغ
بات تو یہ نہیں ہے کہنے کی

دھوپ اور آبلے دریدہ بدن
شکل ہے سفرِ رائیگانی کی

○

بعد ترے کب ایک بھی لمحہ جاگا ہے
سانس کی بس آواز ہے اور سناٹا ہے

چُپ ہے ایک مدت سے کب کچھ کہتا ہے
سایہ بن کے ساتھ مرے وہ رہتا ہے

جس نے گہری خاموشی کو توڑا ہے
شاید وہ بھی کوئی ان کے جیسا ہے

کیسے بتاؤں کتنا مشکل لگتا ہے
مر مر کے جینا بھی کوئی جینا ہے

کل جو ٹوٹا وہ تو سپنا میرا تھا
نیند نے مجھ سے آ کر اب کیا لینا ہے

○

اُڑی ریت وقت کی ہر طرف نہ خلیج کوئی بھی بھر سکی
تجھے کھو کے بت سی بنی رہی نہ میں جی سکی نہ میں مر سکی

کڑی دھوپ سر پر تنی رہی جلے پاؤں یوں ہی کھڑی رہی
چلوں کس طرف بڑھوں کس طرف کوئی فیصلہ کہاں کر سکی

نہ تھا حوصلہ نہ قرار تھا نہ غمِ جہاں سے فرار تھا
بڑھی گردشوں کے حصار میں کہیں ایک پل نہ ٹھہر سکی

تھی تلاش مجھ کو بہار کی کسی غم گسار کے پیار کی
کہاں دشمنوں کی پناہ میں کوئے دوستاں سے گزر سکی

کب عذابِ ہجر سے دور تھی مجھے جستجو تو ضرور تھی
کسی سائباں کسی چھاؤں میں مری زندگی نہ بسر سکی

○

تند ہواؤں میں دیا جب بھی جلا لیتی ہوں
اپنی رفتار کو کچھ اور بڑھا لیتی ہوں

کب ہے شکوہ مجھے غیروں سے میں بے خوف بھی ہوں
یہ جتانے کو جھکے سر کو اٹھا لیتی ہوں

کوئی سن لئے نہ کہیں درد سے لپٹی ہچکی
کھینچ کر سانس میں آواز دبا لیتی ہوں

یاد آتے ہیں مجھے جب کبھی گزرے لمحے
چشمِ پرنم پہ ستاروں کو سجا لیتی ہوں

جب بھی سنتی ہوں درِ دل پہ مسلسل دستک
ذات کی گرد میں احساس چھپا لیتی ہوں

اپنے اندر تری تصویر نظر آتی ہے
آئینہ خانے کو غم خوار بنا لیتی ہوں

○

فراق و ہجر کے جلتے چراغوں کو بجھانا ہے
ملے یادوں سے جتنے داغ ہیں ان کو جلانا ہے

چراغِ آخرِ شب کا دھکنا کون سمجھے گا
چھپا اس جھلملاہٹ میں الاؤ بھی دکھانا ہے

یونہی مصروف رہتے ہیں کہ تنہائی عیاں نہ ہو
جو دنیا سے چھپایا ہے وہ اب خود سے چھپانا ہے

ہمارے چار سو پھیلا ہوا ہے درد کا صحرا
اذیت کرب کے چنگل سے اس جاں کو بچانا ہے

کبھی ملتا نہیں ہے وقت اب تو خود سے ملنے کا
کہاں فرصت ہمیں تنہائی تو بس اک بہانہ ہے

○

ایک طوفان سا ہر سمت بپا رہتا ہے
کیسے جلتا یہاں مٹی کا دیا رہتا ہے

کوئی آہٹ نہیں دستک بھی نہیں تم بھی نہیں
پھر بھی امید کا دروازہ کھلا رہتا ہے

اس کی یادوں کے چراغوں کو بجھاؤں کیسے
آس کا دیپ ہواؤں میں جلا رہتا ہے

ایک مانوس سی خوشبو ہے فضا میں موجود
وہ یہیں پر ہی کہیں میں نے سنا رہتا ہے

بعد تیرے کوئی خواہش تو نہیں جینے کی
جسکی خاطر ہوں میں زندہ وہ خفا رہتا ہے

جس کی عادت ہو بزرگوں سے محبت کرنا
وہ دعا لے کے بلاؤں سے بچا رہتا ہے

لاکھ ساحل پہ اتر جائیں مگر پھر بھی تو
اک کنارا تو کنارے سے جدا رہتا ہے

کربِ تنہائی کو سہہ کر بھی اکیلی کب ہوں
ساتھ غم خانے میں شہناز خدا رہتا ہے

○

گردشِ وقت کو کب ہم نے ٹھہرتا دیکھا
حوصلہ مند کو گر گر کے سنبھلتا دیکھا

ہر طرف پھیلی رہی تیز تپش سورج کی
کب کسی چاند کو آنگن میں اترتا دیکھا

دل کی طغیانی سے گھبرا کے جو باہر نکلے
دور تک درد کا تپتا ہوا صحرا دیکھا

اس کی رخصت کی گھڑی یاد ہمیں آئی بہت
جب دیا آخرِ شب میں کوئی بجھتا دیکھا

چارہ گر چارہ گری کرتا رہا کرتا رہا
پھر بھی اُمید کے پھولوں کو بکھرتا دیکھا

وہ گیا تھا تو ہمیں یاد بھی آتا نہ کبھی
عکس ان آنکھوں میں اس کا ہی ابھرتا دیکھا

اپنی شہناز کو نازوں سے سنبھالے رکھا
بعد میں سب نے کڑی دھوپ میں جلتا دیکھا

ڈاکٹر شہناز مزمل کا ادبی سفر

مطبوعہ شعری کتب

..... ابتدا عشق

..... عشق تماشہ

..... عشق سمندر

..... عشقِ مسافت

..... عشقِ مسلسل

..... عشق دادِ یوا

..... عشق دا بھانبھڑ

..... عشقِ گُل

..... انتہائے عشق

..... نورِ گُل

..... جادہ عرفاں

..... بعد تیرے

..... قرض وفا

..... میرے خواب ادھورے ہیں

..... موم کے سائیبان

..... عکس دیوار پہ تصویر

..... جرأتِ اظہار

..... جذب وحروف

..... پیامِ نو

..... شہناز مزمل کے منتخب اشعار

..... کھلتی کلیاں مہکتے پھول

..... Ten Poets of Today

..... قرآن پاک کا منظوم مفہوم 30 واں پارہ عمّ یتساءلون

مطبوعہ نثری کتب

..... کتابیات اقبال

..... کتابیات مقالہ جات

..... لائبریریوں کا شہر لاہور

..... فروغ مطالعہ کے بنیادی کردار

..... عکسِ خیال

..... دوستی کا سفر (سفرنامہ)

..... نماز (بچوں کیلئے)

زیر طبع کتب

..... قرآن پاک کا منظوم مفہوم

..... کلیات شہناز مزمل (غزل)

..... کلیات شہناز مزمل (نظم)

..... کلیات عشق

..... سفرِ عشق۔ سفرنامہ مکۃ المکرّمہ، مدینۃ المنورہ۔ ریاض

..... اجلا کون میلا کون۔ کالموں کا مجموعہ

..... بریف کیس۔ کہانیاں

شہناز مزمل پر لکھے گئے تحقیقی مقالہ جات

..... شہناز مزمل شخصیت اور اور فن (مقالہ۔ایم اے)

صدف رانی۔ بہاولپور یونیورسٹی

..... شہناز مزمل کی مذہبی شاعری (مقالہ۔ایم اے)

مقدس ستار۔ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی

..... شہناز مزمل کے سفرنامے دوستی کے سفر کا تجزیاتی مطالعہ (مقالہ)

ثنا خاور گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمن آباد لاہور

..... شہناز مزمل کی اردو غزل اور نظم کا فکری وفنی مطالعہ (مقالہ ایم فل)

حنا نعمان منہاج یونیورسٹی لاہور

عورت اور عشقِ الٰہی ایک جداگانہ موضوع ہے۔اس پر بہت کم حضرات نے توجہ کی ضرورت محسوس کی۔ کیونکہ عورت کا ذہنِ رسا جن اتھاہ گہرائیوں تک جا پہنچا اس تک رسائی کسی مرد کے بس کی بات نہیں۔عورت جیسے ہی پیدا کی گئی خدا شناس اور آدم شناس ہوگئی۔عورت نے بذات خود ہی خدا آشنائی کی منزلیں طے نہیں کیں قدم قدم پر مرد کو بھی سفر میں برابر کا شریک رکھا۔نومولود کو گود میں لے کر ممتا کا رس ٹپکایا تو کانوں میں خدا آگاہی کی لوریاں بھی ٹپکائیں اور ہمیشہ کے لیے ابنِ آدم کے لاشعور کا حصہ بنا دیا۔عورت مرد سے کہیں زیادہ فرامینِ الٰہی کی طابع نظر آتی ہے۔ماں باپ کی خدمت، بہن بھائیوں سے محبت، شوہر پرستی اور ممتا کا نور نچھاور کرنے والی زندگی میں اپنا ہر کردار نسبتاً زیادہ ذمہ داری سے ادا کرنے پر قادر ہے۔گویا عورت کی زندگی ابتدا سے انتہا تک ان پاکیزہ محبتوں کے عشق کے سرور میں ڈوبی رہتی ہے۔عورت کا جادۂ عرفان پر گامزن ہونا اور عشق مسافت طے کرنا ہر دور کا خاصہ رہا ہے۔ ہر مذہب کی مخصوص عورتیں عرفان و آگہی کی منزلوں سے گزرتی رہی ہیں۔مسلمان خواتین میں اولیت امہات المومنینؓ کو حاصل ہے۔ان کا عرفان صحابیات کے عرفان کا موجب ثابت ہوا۔

شہناز مزمل بھی انہیں نقش پا کی پیروی کرتی نظر آتی ہیں۔ان کا ہر لفظ عشقِ الٰہی، عشقِ محمدیؐ، عشقِ کائنات اور عشقِ کُل عالم میں ڈوبا نظر آتا ہے اور ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ممتا اور عشق ان کو وہ خیال اور الفاظ عطا کرتا ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔عشق ان کا بنیادی موضوع ہے جس میں انہوں نے عشق مجازی سے عشق حقیقی تک کا سفر طے کرنے میں عرفان و آگہی کی بڑی کٹھن منزلیں طے کی ہیں۔وہ عورت نہیں ماں ہیں ،ممتا ہیں، سراپا پیار و دعا ہیں ان کے اشعار پڑھ کر صریحاً یہی محسوس ہوتا ہے کہ ان کا اظہار عشق ایک مقدس عورت کا اظہار عشق ہے خواہ وہ بعنوان معرفت ہو یا بعنوان فطرت۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل

برطانیہ